http://www.alhudaa.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" (الفتح:۲۹)

ترجمہ: (جناب) محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

خالقِ کائنات نے عہدِ الست کی یاد دہانی اور اہلِ جہان کی رُشد وہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا، جیسا کہ مسند احمد میں ہے: ترجمہ: حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد سے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے، جن میں سے رُسلِ عظام تین سو پندرہ کی تعداد میں، ایک بہت بڑی جماعت ہے۔

قرآن وحدیث میں ان برگزیدہ شخصیات میں سے بعض کا ذکرِ خیر مذکور ہے اور بہت سے انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور نہیں ہیں وہ اللہ جلّ شانہ کے علم میں ہے۔ارشادِ باری ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾ (غافر:۷۸) ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسلِ عظام کو مبعوث کیا، جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا۔قرآن کریم میں ۲۵ انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور ہوئے ہیں اور جمہور کی رائے کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام بھی اللہ کے نبی ہیں اور دو انبیاء علیہم السلام کا ذکر حدیثِ پاک میں موجود ہے، ۱) حضرت شیث علیہ السلام ۲) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان میں سے ہی مبعوث فرمایا۔ ارشادِ باری ہے: ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النمل:۴۳) ترجمہ: ہم نے آپ سے قبل بھی صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلیا کرو۔

اوراللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرّم جناب محمد ﷺ سے بھی یہی اعلان کروایا: ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) ترجمہ: فرمادیجئے: پاک ہے میرا رب! میں تو صرف ایک رسول بنا کر بھیجا ہوا انسان ہوں۔سورہ کہف میں فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ (الکھف: ۱۱۰) ترجمہ: فرمادیجئے! میں تو آپ کی ہی طرح بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔(یعنی آپ جنسِ انسانی سے ہیں لیکن وحی کے ذریعے آپ کو باکمال بنا دیا گیا ہے، لہٰذا آپ سیّد البشر اور امام الأنبیاء ہیں۔)

اوراس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان کے لئے اسوہ اور قابلِ اتباع وپیروی بنا کر بھیجا ہے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ان میں مبعوث نبی یا رسول ان کی جنس سے ہو اور اسے انسانی حوائج وعوارض درپیش ہوں۔یہی وجہ ہے کہ جب قریشِ مکّہ نے آپ ﷺ کی بشریت کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ

http://www.alhudaa.com

مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۵) ترجمہ: فرمادیجئے! اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کی حیات طیّبہ اور سیرتِ مقدسہ کو اللہ تعالی نے امت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے، ارشادِ باری ہے: ﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ بے شک رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں آپ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اور اسوہ کامل ہونے کا تقاضہ ہے کہ آپ اشرف المخلوقات بنی نوعِ انسان سے ہوں اور بشریت کی سیادت کے مقامِ اعلی وارفع پر فائز ہوں۔ لہذا اللہ تعالی کا انبیاء ورسل علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان میں سے مبعوث کرنا انسانیت کے لئے بہت بڑا اعزاز اور شرف ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت پر اللہ تعالی کا احسانِ عظیم بھی ہے۔

نسبِ مبارک :۔ تمام انبیائے کرام اور رسلِ عظام علیہم السلام اپنے دور میں حسب ونسب، شکل وصورت، سیرت وکردار اور عقل وفہم کے اعتبار سے تمام لوگوں سے اکمل اور افضل وممتاز ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے: حضرت واثلۃ بن الأسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل کو برگزیدہ فرمایا، اور اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ قبیلے کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو فوقیت عطا کی اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت بخشی ہے۔ (رواہ مسلم)

اسی طرح جب شاہِ ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے نبی اکرم ﷺ کے حسب ونسب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا تھا: ’’**هو فينا ذو نسب**‘‘، وہ ہم میں اعلی حسب ونسب والے ہیں۔ تو ہرقل نے کہا تھا: ’’**كذلك الرسل تبعث في نسب قومها**‘‘، کہ ایسے ہی پیغمبرانِ عظام علیہم السلام اپنی قوموں میں عالی نسب ہوتے ہیں۔

نسب نامہ :۔ کتب سیر وتاریخ میں سید البشر، امام المرسلین ﷺ کا نسبِ مبارک یوں مذکور ہے: ابو القاسم، امام الأنبیاء سیدنا محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نضرار بن معد بن عدنان۔ اور سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

والدہ ماجدہ:۔ سیّدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ۔

ولادت با سعادت :۔ اس پر اتفاق ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی عالمِ دنیا میں تشریف آوری عام الفیل کو حادثۂ فیل کے ۵۵ روز بعد پیر کے روز ہوئی، لیکن تاریخ کی تحدید میں اختلاف ہے، بعض نے ۲، بعض نے ۸، اور بعض نے ۹، اور بعض نے ۱۲/ ربیع الأول ذکر کی ہے۔ لیکن مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی، علامہ قاضی سید محمد سلیمان منصور پوری اور دیگر محققین نے ۹/ ربیع الأول کو ترجیح دی ہے، لہذا ہمارے نبی اکرم ﷺ موسمِ بہار میں دوشنبہ سوموار کے دن ۹/ ربیع الأول عام الفیل بمطابق ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم

جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکّہ معظّمہ میں بعد از صبحِ صادق وقبل از طلوعِ نیّر عالم تاب پیدا ہوئے۔(رحمۃ للعالمین)
آپ کی ولادت با سعادت شعبِ بنی ہاشم میں ہوئی اور یہ انوشیروان کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ (الرحیق المختوم)

سیرت طیّبہ:۔ سیرت سے مراد کسی شخص کی شکل وصورت اور اس کے افعال وکردار ہوتے ہیں، بعد میں یہ لفظ مذہب اور طرزِ زندگی کے لئے مستعمل ہوا، لہذا ''سیرۃ النبی ﷺ،، سے مراد آپ کا حسن وجمال، اخلاقِ حمیدہ، خصالِ جمیلہ اور منہجِ حیاتِ طیّبہ ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ اپنی رعنائی وزیبائی اور حسنِ صورت میں بھی پوری مخلوق میں بے مثال اور حُسنِ سیرت وکردار میں بھی لاجواب ہیں۔

حلیہء مبارکہ:۔ شاعرِ اسلام حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمالِ رسولِ مقبول ﷺ کی خوب نقشہ کشی فرمائی ہے:

وأحسن منک لم تر قطّ عینا   وأجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرّء ا من کلّ عیب   کأنّک قد خلقت کما تشاء

(اے محبوبِ کائنات ﷺ) آپ سے بڑھ کر خوبرو انسان چشمِ کائنات نے کبھی نہیں دیکھا، اور آپ سے بڑھ کر خوبرو بیٹے کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، آپ کو عیوب ونقائص سے یوں مبرّا کیا گیا ہے، جیسا کہ آپ کی تخلیق خالقِ کائنات نے آپ کی چاہت کے مطابق کی ہو۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ گورے رنگ، پُر ملاحت چہرے اور میانہ قد وقامت والے تھے۔(مسلم) اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''آپ ﷺ کا قد مبارک نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی بالکل پست تھا بلکہ درازی مائل میانہ قد تھا، موئے مبارک نہ بہت زیادہ گھنگھریالے نہ بالکل کھڑے کھڑے، رُخسار مبارک نہ بہت زیادہ پُر گوشت نہ ٹھوڑی چھوٹی اور نہ پیشانی پست، چہرہء انور کسی قدر گولائی لئے ہوئے، رنگ گورا گلابی، چشمہائے مبارکہ سرگین ہلکی سُرخی لئے ہوئے، دراز پلکیں، جوڑوں اور دوشہائے مبارکہ کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینہء پاک سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر' باقی جسمِ اطہر بالوں سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں پر گوشت، چلتے تو گویا ڈھلوان پر چل رہے ہوں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، آپ ﷺ خاتم النبیّن تھے، سب سے زیادہ سخی دست اور بہادر، صادق وامین اور پیکرِ وفا تھے، نرم خو اور خوش مزاج تھے، شرفِ زیارت حاصل کرنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا ہے۔(ترمذی) اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''آپ ﷺ کا دہنِ مبارک کشادہ، آنکھیں ہلکی سُرخی لئے ہوئے اور ایڑیاں باریک تھیں۔(مسلم) حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت الگ الگ تھے، جب گفتگو فرماتے تو ان کے درمین سے جیسا کہ نور نکل رہا ہو۔(ترمذی)

ایک مرتبہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے، پسینہ آیا تو چہرہء انور کی دھاریاں

چمک اٹھیں، امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس وقت ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا:

وإذا نظرت إلى أسرة وجهه　　برقت كبرق العارض المتهلل

ترجمہ: جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھوتو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔

فضائلِ سیّد المرسلین ﷺ:۔ اللہ رب العزّت نے انبیاء ورسلِ عظام علیہم السلام کو منصبِ نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ﴾ (البقرۃ:۲۵۳) ہم نے ان (باعظمت) رسولانِ گرامی میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ اور نیز فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴾ (الإسراء:۵۵) ترجمہ: ہم نے بعض انبیائے کرام کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور داؤد کو زبور عطا کی ہے۔ اور خاتم النبیین، جناب محمد ﷺ کو تمام پیغمبرانِ گرامی قدر پر فوقیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ میثاقِ انبیاء علیہم السلام، معراج شریف کے موقعہ پر تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت، اور شفاعت کبریٰ سے ظاہر ہے۔ اور اسی طرح آپ کی فضیلت سے متعلق بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند ایک کا بالاختصار تذکرہ کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظّم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے چھ چیزوں کے ساتھ باقی انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے، اور دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے، میرے لئے زمین کو مسجد (اور اس کی مٹی تیمّم کے لئے) پاکیزہ قرار دی گئی ہے، مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہء مبارک ختم کردیا گیا ہے۔ (مسلم) یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ ظلّی نہ بروزی۔ اور جو نبوت کا دعوی کرے گا وہ کذّاب ہوگا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا: میں قیامت کے روز تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور میں ہی سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہونگا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی (مسلم)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا: ''قیامت کے دن میں انبیاء علیہم السلام کا امام وخطیب اور ان میں سے شفاعت کرنے والا ہونگا یہ فخر کی بات نہیں (بلکہ اللہ کا فضل ہے)۔ (ترمذی)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، اور آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور سب سے پہلے مجھ پر سے زمین شق ہوگی، میں ان چیزوں پر فخر نہیں کرتا (بلکہ اللہ کی نعمت ہے)۔ (ترمذی)

اور جہاں تک کردار کی عظمت اور حُسنِ سیرت کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ

نے جب اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو اپنی پوری قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ (یونس: ۱۶) ترجمہ: میں نے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصّہ (چالیس سال) گذارا ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ تو سب نے بیک زبان کہا تھا: ''**ما جرّبنا عليك كذبًا**''، آپ صادق ہیں ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ اور مخالفین بھی آپ کو ''**الصادق**''، اور ''**الأمين**''، کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں آپ کی سیرت طیّبہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ﴾ (القلم: ۴) ترجمہ: آپ خلقِ عظیم کے اعلی مراتب پر فائز ہیں۔ اور فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ (الأنبياء: ۱۰۷) ترجمہ: ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ایک اور مقام پر تو اللہ تعالی نے حد کردی ہے، ارشاد ہے: ﴿ لَعَمۡرُكَ ﴾ (الحجر: ۶۴) ترجمہ: اے میرے حبیب ﷺ! مجھے آپ کی عمر مبارک کی قسم۔ یعنی اس شخص کی سیرت وکردار سے اعلی سیرت کس کی ہوسکتی ہے جس کی پوری عمر پاک کی قسم خود خالقِ کائنات اٹھائے، اسی لئے جب امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی سیرت طیّبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمانے لگیں: ''**كان خلقه القرآن**''، کہ پورا قرآن کریم آپ کی سیرت طیّبہ کا حسین پرتو ہے۔ گویا اللہ تعالی نے حُسن وجمال اور اخلاق وعادات کی تمام خوبیاں اور کمالات اور اعلی صفات آپ کی ذاتِ گرامی میں جمع فرمادی تھیں۔ اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''**إنّما بعثت لأتمّم مكارم الأخلاق**''، (مؤطّا) ترجمہ: مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

حُبُّ النّبی ﷺ:۔ نبی رحمت ﷺ کے ساتھ تمام مخلوقات حتّی کہ اپنے جسم وجان سے بھی زیادہ محبت کرنا ایمان کا جزء لازم ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿ قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ (التوبۃ: ۲۴)

ترجمہ: (اے میرے حبیب ﷺ!) فرمادیجئے! اگر تمہارے آباء واجداد، اولاد واحفاد، زنان وازواج، قبیلہ وخاندان، اور کمایا ہوا مال ومنال اور تجارتی کاروبار جس میں تمہیں نقصان کا اندیشہ ہے، اور تمہارے پسندیدہ قصور ومحلات تمہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول (ﷺ) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں، تو پھر حکمِ الہی (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالی فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: ''یہ آیتِ کریمہ اللہ تعالی اور اس کے رسولِ کریم ﷺ سے محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے''، (تفسیر القرطبی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لا يؤمن احدكم حتّى اكون احبّ اليه من والده وولده والنّاس اجمعين**''، (مسلم) ترجمہ: کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل وعیال مال ومنال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب و پیارے ہیں،، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' **لا والّذی نفسی بیده ! حتّی أکون أحبّ إلیک من نفسک ،، فقال له عمر : فأنّه الآن والله ! لأنت أحبّ إليّ من نفسی ،، فقال النبی** ﷺ : '' **الآن یا عمر،،** (بخاری) ترجمہ: (آپ ﷺ نے فرمایا) ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حتّی کہ میں آپ کے نزدیک آپ کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں (تب تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا) تو حضرت عمر نے عرض کی: ''اللہ کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں،، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! یہ ہے (ایمان کی) اصل حقیقت۔ علاّمہ عینی حنفی رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان'' **الآن یا عمر** ،، کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس مطلب یہ ہے کہ: ''یعنی تمہارا ایمان اب مکمل ہوا ہے،، (عمدۃ القاری)

نبی اکرم ﷺ سے محبّت کی علامتیں :۔ ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب نے چند علامات کا تذکرہ کیا ہے: ۱۔ نبی اکرم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنّا۔ ۲۔ نبی اکرم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔ ۳۔ نبی اکرم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت کامل استعداد۔ ۴۔ نبی اکرم ﷺ کی سنّت کی حمایت وتائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔ جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں وہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اپنے حبیب ﷺ کی محبت ڈالی ہے۔ (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں: ۲۴)

اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تکریم آپ اہلِ بیتِ کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرنا بھی آپ ﷺ سے محبت کی علامتیں ہیں۔

اطاعت اور اتّباع :۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رُشد وہدایت کے لئے انبیائے کرام اور رُسلِ عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث کیا' ان کی بعثت کا مقصد اور غرض وغایت یہ تھی کہ اہلِ جہاں ان کے ارشادات اور نواہی کی تعمیل اور ان کے سنّت اور طریقے کی اتباع و پیروی کریں۔ ارشادِ باری ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ۶۴) ترجمہ: ہم نے تمام رسولوں کو صرف اس لئے مبعوث کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اتباع کی جائے۔ چونکہ انبیاء اور رُسلِ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم، اللہ تعالیٰ کے پیغامبر اور احکامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے والے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی فرمانبرداری دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿ وَمَن يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ۸۰) ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ☆ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ﴾ (النجم: ۳/۴) ترجمہ: یہ (نبی اکرم ﷺ) اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ آیاتِ مذکورہ سے واضح ہے کہ امّت پر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری فرض ہے۔ اور آپ کے ارشاداتِ گرامی اور سنّتِ مطہّرہ کی مخالفت حرام

ہے۔ارشاد ہے: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور :۶۳) ترجمہ: اس (رسولِ اکرم ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :" كلّ أمّتی يدخلون الجنّة إلاّ من أبی ، قيل ومن أبی يارسول الله ؟ قال : من أطاعنی دخل الجنّة ومن عصانی فقد أبی ،، (بخاری) ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری تمام امّت جنّت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا،، آپ سے دریافت کیا گیا: کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا اس نے انکار کیا،،

☆ آپ ﷺ کی اطاعت رُشد وہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔ارشادِ باری ہے: ﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ﴾ ترجمہ: اگر ان (نبی کریم ﷺ) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت وپیروی ہی محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ارشادِ ربّانی ہے:﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (آلِ عمران:۳۱) ترجمہ: (اے نبی ﷺ) فرمادیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت بھی کرے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری قبولیتِ اعمال کے لئے شرط ہے۔﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد:۳۳) ترجمہ: اے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔یعنی عمل میں اخلاص کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت وپیروی شرط ولازم ہے۔اور ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''**من أحدث فی أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ** ،،(بخاری ومسلم) ترجمہ: جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔

مذکورہ نصوص سے واضح ہے کہ ایک نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اور طرزِ عمل ہے جس کو اختیار کرنا فرض ہے اور اس کے مقابلے میں ایک وہ طریقہ جو مردود ہے، آپ ﷺ کے طریقے کو سنّت اور جو کام دین میں نیا ایجاد کیا جائے اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

سنّت رسول ﷺ کا مفهوم :۔نبی کریم ﷺ سے باسندِ صحیح ثابت شدہ اقوال وافعال اور تقریرات کو سنّت کہا جاتا ہے، یعنی آپ نے امت کو جو کام کرنے کا حکم دیا یا منع کیا، یا جو کام امّت کو عملی طور پر کر دکھائے یا جو کام آپ ﷺ کی موجودگی میں کیئے گئے اور آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی اور منع نہیں کیا (تقریرات) کہلاتی ہیں۔

بدعت کی تعریف :۔دین اسلام میں ایجاد کردہ ہر وہ نیا کام جس کی اصل نبی اکرم ﷺ اور آپ

کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو بدعت کہلاتا ہے ۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :'' **من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردّ** ،،(بخاری ومسلم) ترجمہ: جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں ہے پس وہ مردود اور نا قابلِ قبول ہے ۔مثلاً : اذان سے پہلے کچھ پڑھنا ، کیونکہ اذان نبی پاک کے زمانہ میں بھی دی جاتی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ'' **الله أكبر** ،، سے اذان شروع کرتے تھے ،اب اپنی طرف سے اضافہ کرنا خلافِ سنّت ہوگا اسی طرح نماز کے لئے بول کر نیّت بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ۔ وعلی ھذا القیاس

اور آپ نے مزید فرمایا :'' **فإنّ كلّ محدثة بدعة وكلّ بدعة ضلالة وكلّ ضلالة في النّار** ،، (ابوداؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی) ترجمہ: بلا شبہ دین میں ایجاد شدہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی انسان کو آگ میں لے جائے گی ۔

مذکورہ حدیث پاک نصّ صریح ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے ، لہذا جس حدیثِ پاک سے استدلال کر کے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کی جاتی ہے وہ درست نہیں ہے ، کیونکہ ایک تو وہ کام نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں ہوا یعنی صدقہ دینے کا اور دوسرا اس کا حکم پہلے موجود تھا وہ کوئی نیا کام نہیں تھا ۔ اور دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب تراویح کا با جماعت اہتمام کروایا تو اس وقت ان کا یہ فرمان :'' **نعمت البدعة هذه** ،، یہ لفظ اس کے لغوی معنے میں مستعمل ہوا ، یعنی آپ نے تراویح کا باجماعت اہتمام اپنی طرف سے نہیں کیا تھا بلکہ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں ایسا ہو چکا تھا تو اس کی اصل موجود تھی آپ نے تو ایک ثابت شدہ سنّت کا احیاء کیا تھا لہذا اس سے بدعتِ حسنہ کے لئے راہ نکالنا درست نہیں ہے ۔ لہذا دینی امور میں جو کام نبی اکرم ﷺ نے کیا یا حکم دیا یا آپ کی موجودگی میں ہوا اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا ، اسے کرنا سنّت ہے اور جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے چھوڑنا سنّت ہے ، شریعت کے کاموں میں کرنے کی دلیل طلب کی جاتی ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ اگر کیا نہیں تو منع کہاں کیا ہے؟ کیونکہ یہ اتباع کے مفہوم کے منافی ہے اور اسی طرح عادات مثلاً لباس اور سواری وغیرہ کو عبادات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث پاک واضح ہے '' **أمرنا** ،، یعنی امر دین ۔ اور اسی طرح جس کام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جائے وہ بھی سنّت کے ضمن میں آتا ہے ، کیونکہ ارشادِ نبوی ہے :'' **عليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين** ،، (ابوداؤد ۔ ترمذی) لہذا ہمارے لئے واجب الإتباع نبی اکرم ﷺ کی سنّتِ مبارکہ ہے ، اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :'' **لو تركتم سنّة نبيّكم لضللتم** ،،(صحیح مسلم) ترجمہ: اگر تم اپنے نبی کی سنّت کو چھوڑ دو گے گمراہ ہو جاؤ گے ۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :'' **ما كنت لأدع سنّة النبي ﷺ لقول أحد** ،،(صحیح بخاری) ترجمہ: میں کسی شخص کے قول پر نبی اکرم ﷺ کی سنّت نہیں چھوڑ سکتا ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :'' **إذا قلت قولا يخالف كتاب الله وخبر الرسول ﷺ فاتركوا قولي** ،، (صفۃ الصلاۃ : بحوالہ '' الإیقاظ ،،) ترجمہ: اگر میرا کوئی قول ایسا ہو جو اللہ تعالی کی کتاب اور

رسول ﷺ کی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو ترک کردو ۔ نیز فرمایا: ’’ إذا صحّ الحدیث فھو مذھبی ،، (صفۃ الصلاۃ: بحوالہ إبن عابدین) ترجمہ: صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے ۔یعنی جب آپ کو صحیح حدیث مل جائے تو اس کو میرا مذہب سمجھو۔

إمام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’ إنّما أنا بشر أخطی وأصیب ، فانظروا فی رأئی ، فکلّ ما وافق الکتاب والسنّۃ فخذوہ ، وکلّ مالم یوافق الکتاب والسنّۃ فاترکوہ ،، (صفۃ الصلاۃ: بحوالہ إبن عبدالبر) ترجمہ: میں بشر ہوں ، میری بات صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی ، لہذا میرے اقوال کو دیکھو، ان میں جو اللہ کی کتاب اور نبی پاک کی حدیث کے مطابق ہو اسے پکڑلو، اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ’’ کلّ ما قلت فکان عن النبی خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی ﷺ أولی فلا تقلدونی ،، (صفۃ الصلاۃ) ترجمہ: میرے جتنے اقوال ہیں اگر ان کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو حدیثِ نبوی کی پیروی اختیار کرو اور میری تقلید نہ کرو۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ’’ رأی الأوزاعی ، رأی مالک ورأی أبی حنیفۃ کلّھا رأی وھو عندی سواء وإنّما الحجّۃ فی الآثار ،،(صفۃ الصلاۃ : بحوالہ إبن عبدالبر) ترجمہ: امام اوزاعیؒ ، امام مالکؒ ، امام ابوحنیفہؒ سب کی رائے ان کی اپنی رائے ہے ، میرے نزدیک سب آراء برابر ہیں ، قابلِ حجّت صرف اور صرف احادیثِ مبارکہ ہیں۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے امت کو یہی درس دیا ہے جو کہ ان برگزیدہ شخصیات رحمہم اللہ نے ہم تک پہنچایا آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے : ’’ ترکت فیکم أمرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بھما کتاب اللہ وسنّتی ،، (مؤطا۔مسند احمد) ترجمہ: میں آپ میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے ، وہ اللہ کی کتاب اور میری سنّت (حدیث) ہے۔

لہذا کلمہ گو مومن کو ہر عمل کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ اس عمل میں نبی اکرم ﷺ کا اسوہ اور طرزِ عمل کیا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے ، مثلاً وضو کرنے سے پہلے جاننا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ وضو کیسے کیا کرتے تھے اور نماز پڑھنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ احادیثِ صحیحہ میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نماز کیا ہے؟ تاکہ اس کے مطابق نماز ادا ہو اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرے ، کیونکہ آپ کی سنّت مطّہرہ سے ہٹ کر کوئی عمل اللہ تعالی کو قبول نہیں ۔ وعلی ھذا القیاس۔

رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات :۔ رحمتِ عالم ﷺ تبلیغ نبوت ورسالت کے ۲۳ سالہ دور میں دنیا میں وہ فقید المثال اور عظیم الشان انقلاب بپا کیا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ قانونِ الٰہی کے مطابق آپ ﷺ بھی اپنے فرائض کی نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دہی کے بعد بالآخر ۱۲/ ربیع الأول ۱۱ھ بروزِ سوموار چاشت کے وقت دنیا سے رخصت ہوکر رفیقِ اعلیٰ سے جاملے ۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال اور چار دن ہوچکی تھی اور مدینہ طیّبہ میں امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے ۔ آپ ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے جاملے لیکن آپ کی نبوت ورسالت قیامت تک کے لئے

جاری وساری ہے۔

اللهمّ صلّ وسلّم دائما ابدا　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلّهم

نبی اکرم ﷺ پر درود :۔ نبی اکرم ﷺ کی امت پر شفقتیں اور دین کے لئے جدّ وجہد اور امّت کی بخشش کے لئے محنت وکاوش کا تقاضہ یہ ہے کہ امّت آپ کی ذاتِ اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجے، آپ پر درود وسلام نہ بھیجنے والا بخیل اور جنّت سے دور ہے۔(بخاری۔ترمذی) آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالی کی دس رحمتیں حاصل ہوتی، انسان کے دس گناہ معاف ہوتے اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔(صحیح الأدب المفرد) اورکوئی مومن ومؤحد جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اسی قدر آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ **أللّهم صلّ علی محمد وعلی آل محمد کما صلّیت علی إبراهیم وعلی آل إبراهیم إنّک حمید مجید، أللّهم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی إبراهیم وعلی آل إبراهیم إنّک حمید مجید**